نسبتاً زیادہ ارتقاء یافتہ حیوان ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں! ـــــ اس لئے کہ ٹھیک عزازیل ہی کے مانند علومِ طبیعی (PHYSICAL SCIENCES) بھی رُوح اور روحانیت سے محجوب ہونے کے باعث انسان کے صرف حیوانی وجود ہی سے بحث کرسکتے ہیں' رہے "عالمِ اَمر" کے معاملات یا بالفاظِ دیگر "مابعد الطبیعیات" تو وہ ان کے دائرہ تحقیق و تفتیش سے خارج اور ماوراء ہیں!

بہرحال' اسی "یک رُخے" علم نے اُس "یک رُخے" اور خالص مادہ پرستانہ فکر یعنی (SCIENTISM) کو جنم دیا ـــــ جس سے موجودہ "یک چشمی" دجّالی تہذیب وجود میں آئی ہے' جو خالص مادہ پرستانہ نقطۂ نظر پر مبنی اور رُوح اور رُوحانیت سے بیگانہ و نابلد محض ہے ـــــ اور جو آج نوعِ انسانی کی عظیم اکثریت میں اس درجہ گہرائی اور گیرائی کے ساتھ نفوذ کرچکی ہے' کہ مشرق و مغرب کے عوام النّاس ہی نہیں' عہد حاضر کے بیشتر مسلم سکالر اور دانشور حتیٰ کہ داعیانِ تحاریکِ اسلامی بھی "رُوح" کے آزاد اور جداگانہ تشخّص و وجود سے منکر ہیں ـــــ اور اسے صرف حیات یا زندگی یا "جان" کے مترادف خیال کرتے ہیں ـــــ فواحسرتاہ و یااسفَا!!

ابلیس کی انسان دشمنی' اور معرکۂ خیر و شر

قرآن حکیم میں سات مقامات پر دہرائے جانے والے قِصّۂ آدم و ابلیس کا آخری حصّہ اس اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے عالمِ انسانیت میں خیر و شر اور حق و باطل کے مابین جو کشاکش ؎ "ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز۔ چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی!" کے انداز میں جاری ہے' اس کے ایک اہم عامل کی نشاندہی ہوتی ہے! یعنی ابلیسِ لعین کی آدمؑ اور ان کی ذریت

سے بغض و عداوت —— اور اس کی بنا پر انسانوں کے اغوا اور اضلال میں ایک طاقتور غیر مرئی قوت کی کار فرمائی۔

ابلیس لعین نے اپنی بغاوت اور سرکشی پر راندۂ درگاہِ حق ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی عمر کے قیامت تک دراز کئے جانے کی درخواست کی‘ جو منظور ہو گئی۔ تب اس نے نہایت متکبرانہ اور متحدیانہ انداز میں آدمؑ اور اس کی ذُریت کے خلاف اپنی عداوت کا برملا اظہار اور دائمی جنگ کا کھلا اعلان کر دیا۔ چنانچہ سات مقامات میں سے تین پر تو اس بغض و عداوت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا ہے‘ جیسے: (۱) سورۃ البقرہ میں: ﴿ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج ﴾[۲۵] (آیت ۳۶) کے الفاظ میں‘ (۲) سورۂ طٰہٰ میں ابتداءً: ﴿ فَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ.... ﴾[۲۶] (آیت ۱۱۷) کے الفاظ میں اور بعد ازاں بالکل سورۃ البقرہ میں وارد شدہ الفاظ سے مماثل الفاظ میں یعنی ﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج ﴾[۲۷] (آیت ۱۲۳) —— اور (۳) سورۂ کہف میں ذریت آدمؑ سے اللہ تعالیٰ کے شکوے کے انداز میں کہ: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ ﴾[۲۸] (آیت ۵۰)۔ البتہ بقیہ مقامات پر شیطانِ لعین کی جانب

---

(۲۵) ”اور ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ‘ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔“

(۲۶) ”چنانچہ ہم نے آدم سے کہا: دیکھو‘ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔“

(۲۷) ”فرمایا: تم دونوں (فریق‘ یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ‘ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔“

(۲۸) ”اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذریت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی برا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔“

سے بھرپور چیلنج کے انداز میں کھلی جنگ کا اعلان سامنے آتا ہے' جیسے :
(۱) سورۂ بنی اسرائیل میں : ﴿ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ [۲۹] (آیت ۶۲) کے الفاظ میں (۲) سورۂ صٓ میں ﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾ [۳۰] (آیات ۸۲'۸۳) کے الفاظ میں 'اور (۳) سورۃ الحجر میں : ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾ [۳۱] (آیات ۳۹'۴۰) کے الفاظ میں' ـــــ اور سب سے زیادہ مفصل سورۃ الاعراف میں :
﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ [۳۲] (آیات ۱۶'۱۷) کے الفاظ میں!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ انسان کی شخصیت کے داخلی محاذ پر تو جو معرکہ خیر و شر برپا ہوتا ہے اس کی اساس اس کے اپنے وجود کے دو اجزائے ترکیبی ہیں' یعنی ایک جانب اس کا وجودِ حیوانی ہے جو اپنے اُن خالص جبلّی

---

(۲۹) "میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں گا' بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔"

(۳۰) "اس نے کہا : تیری عزت کی قسم' میں ان سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا' بجز تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہے۔"

(۳۱) "وہ بولا : میرے رب' جیسا تو نے مجھے بہکایا اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لئے دلفریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکا دوں گا' سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو۔"

(۳۲) "بولا : اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔ پھر میں آگے اور پیچھے' دائیں اور بائیں' ہر طرف سے ان کو گھیروں گا' اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔"

تقاضوں(INSTINCTS)اور شہوانی امنگوں(LUSTS) کے زیر اثر اسے شر اور سوء کی جانب کھینچتا ہے جنہیں صرف اپنی تسکین(GRATIFICATION) ہی سے غرض ہوتی ہے، قطع نظر اس سے کہ اس کے ذرائع جائز ہوں یا ناجائز' بفحوائے ﴿ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ.... ﴾ [۴۳] (یوسف : ۵۳) تو دوسری جانب وہ رُوح ہے جو اسے ؏ "ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر۔ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے!" کے انداز میں برائی سے روکتی اور اس پر ملامت کرتی ہے (چنانچہ اس حال میں "نَفْسٌ لَوَّامَةٌ" کہلاتی ہے) اور اس کے برعکس خیر کی جانب راغب کرتی ہے —— لیکن خارجی محاذ پر جو اصل ہنگامۂ کشاکش اور گرمی ستیز خیر و شر کے مابین انسانی معاشرے میں برپا ہے' اس کے ضمن میں دو دو داعیانِ خیر ہیں تو دو دو ہی داعیانِ شر بھی موجود ہیں —— ایک ایک مرئی اور محسوس و مشہود یعنی خود انسانوں ہی میں سے داعیان اِلی الخیر اور داعیان اِلی الشر' اور ایک ایک غیر مرئی' یعنی ایک جانب ملائکہ جو نیکو کاروں کی تقویت کے موجب بنتے ہیں اور دوسری جانب ابلیسِ لعین اور اس کی ذریتِ صُلبی و معنوی، جو شیاطین کا رول اختیار کرکے انسانوں کی گمراہی میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیثِ نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کی حیاتِ دنیوی کو اس کے لئے ایک امتحانی وقفہ قرار دیا ہے —— اور اسی لئے اسے اس رزم گاہِ خیر و شر میں ؏ "درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای!" کے انداز میں داخل کر دیا ہے' لہٰذا ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان کو بھی لگا دیا ہے تاکہ انسان اس کی تمام تر تحریص و ترغیب شر اور جملہ وسوسہ اندازیوں کے علی

---

۴۳) "نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے۔"

الرّغم توحیدِ نظری و عملی کی صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہ کر اپنے شرفِ انسانیت کا ثبوت فراہم کرے!

ابلیسِ لعین اور جِنّات میں سے اس کی ذُریتِ صُلبی و معنوی کو انسانوں کے مقابلے میں ایک سہولت تو یہ حاصل ہے کہ وہ غیر مرئی ہونے کی بنا پر انسان پر وہاں سے حملہ کرتے ہیں جہاں سے انسان انہیں نہیں دیکھ سکتے' (بمفوائے ﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط ﴾[۳۴] (الاعراف : ۲۷) ——— اور دوسری وہ جو حدیثِ نبویؐ میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے کہ : ((اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ)) یعنی شیطان انسان کے وجود میں خون کے مانند گردش کرتا ہے۔ اب خواہ اسے ایک استعارے پر محمول کر لیا جائے یعنی اس سے یہ مراد لی جائے کہ چونکہ ان شیاطین جن کو انسانوں کے سینوں میں وسوسہ اندازی کی صلاحیت حاصل ہے' (بمفوائے ﴿ اَلَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ ﴾[۳۵] الناس : ۵) جس سے وہ انسانی شہوات میں اشتعال پیدا کرتے ہیں جس کا اثر انسان کے پورے وجود پر مترتّب ہوتا ہے' تو گویا وہ اس طرح انسان کے پورے وجود میں سرایت کر جاتے ہیں' خواہ ظاہری لفظی معنی پر محمول کر لیا جائے نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ (واضح رہے کہ اپنے مادۂ تخلیق یعنی آگ کے لطیف ہونے کی بنا پر جیسے جِنّات مختلف صورتیں اختیار کر سکتے ہیں' اسی طرح ان کا کسی دوسرے ٹھوس جسم میں حلول یا سرایت کر جانا بھی بعید از قیاس نہیں ہے۔)

---

۳۴) "وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم ا[illegible] ہیں دیکھ سکتے۔"

۳۵) "جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔"

اس کے مقابل ہے وہ تحفظ اور ضمانت جو اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کے اثر و نفوذ کے خلاف انسانوں کو عطا کی ہے۔ یعنی جو لوگ اخلاص کے ساتھ اللہ کے بندے بن جائیں ان پر شیاطین کا کوئی داؤ یا وار کارگر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسانوں میں سے صرف وہ لوگ ان کے ہتھے چڑھتے ہیں جو خود اپنی داخلی شخصیت کے محاذ پر رُوحِ ربّانی کی بجائے نفس امارہ کی اطاعت و اتباع کی روش اختیار کر چکے ہوں۔ جیسے کہ سورۃ الحجر میں وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آغاز ہی میں ابلیس سے کہہ دیا تھا کہ : ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ○ ﴾[۳۶] (آیت ۴۲) (سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۶۵ میں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے۔) مزید برآں دوبارہ یہ بھی مذکور ہے کہ خود شیطانِ لعین نے بھی آدمؑ اور ان کی ذریت کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے تسلیم کر لیا تھا کہ اللہ کے ان مخلص بندوں پر' جو اپنے اخلاص للہ کے قبول کئے جانے کی بنا پر "مخلص" ہو جائیں گے ان پر میرا کوئی داؤ یا وار کارگر نہیں ہو گا! (سورۂ صٓ : ۸۳' اور سورۃ الحجر : ۴۰)۔

نسلِ انسانی کی تاریخ میں جب تک انفرادیت کا پلڑا اجتماعیت پر بھاری رہا' خیر و شر کی یہ کشاکش بھی افراد ہی کے داخلی اور خارجی محاذوں پر جاری رہی ـــــ لیکن اب سے دو ڈھائی سو برس قبل جب ایک جانب انسان میں "خود شناسی و خود نگری" یعنی اپنے حقوق کا احساس پیدا ہوا' اور دوسری جانب مشینوں کی ایجاد نے صنعتی انقلاب کی داغ بیل ڈالی' اور تیسری طرف سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدانوں میں برق رفتار ترقی کا آغاز ہوا' جس کے نتیجے میں آج یہ

---

(۳۶) "بے شک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا' لیکن (تیرا بس تو) صرف ان بہکے ہوئے لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری پیروی کریں۔"

صورت ہے کہ بقولِ علامہ اقبال ؎ "عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں۔ کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!" تو شیطانِ لعین نے بھی اپنی عظیم منصوبہ بندی کے ساتھ انسانوں ہی میں سے اپنے ہتھیائے ہوئے ایجنٹوں کے ذریعے سماجی' معاشی اور سیاسی تینوں میدانوں میں بے اعتدالی' بے راہ روی' اور فکری و عملی گمراہی کی صورت میں شر کا اثر و نفوذ حیاتِ اجتماعی کے دور دراز گوشوں تک پہنچا دیا —— چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ اِس وقت عالمِ انسانیت میں ع "کون سیاہی گھول رہا ہے وقت کے بہتے دریا میں!" کے مصداق جو شخصیت ہر نوع کے شر اور بدی کا زہر گھولنے کی سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہے' وہ ابلیس ہی کی ہے' جسے مسیحی مذہبی لٹریچر میں لوسیفر (LUCIFER) کا نام دیا گیا ہے' اور جس کے ضمن میں حال ہی میں ولیم گائی کر (William Guy Kerr) نے اپنی تہلکہ آمیز تالیف "PAWNS IN THE GAME" میں یہ چشم کشا انکشافات کئے ہیں کہ اس نے انسانوں میں اپنی شیطنت کا جال اوّلاً سوا دو سو برس قبل "ORDER OF THE ILLUMINATI" کے ذریعے پھیلایا' پھر FREE MASONRY اور اس طرح کی دوسری تنظیموں کے ذریعے آگے بڑھایا —— اور بالآخر اب سے سو سال قبل "ELDERS OF THE ZION" کے حوالے کر دیا' جنھوں نے پہلے صرف "WASP" (WHITE ANGLO-SAXON PROTESTANTS) کے ذریعے اپنے مقاصد (اعلانِ بالفور ۱۹۱۷ء' اور قیامِ اسرائیل ۱۹۴۸ء) حاصل کئے — لیکن اب پوری عیسائی دُنیا کو اپنے فتراک کا نخچیر بنا کر' نیو ورلڈ آرڈر کے عنوان سے پورے کرۂ ارضی پر بے حیائی و فحاشی' کفر و معصیت' اور شر و شیطنت کے فیصلہ کن غلبے کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں —— یہ دوسری

بات ہے کہ ﴿ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾[۳۷] (آل عمران : ۵۴) کے مصداق آخری فتح حق و صداقت ہی کی ہو گی۔ اور خیر و شر کے مابین ہونے والے اس آخری عظیم معرکے میں' جس کا نام بائبل میں "ARMAGGADON" اور حدیثِ نبوی ؐ میں "اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰی" ہے' اور جس کی کوئی جھلک علامہ اقبال نے بھی دیکھ لی تھی جب انہوں نے فرمایا تھا کہ:

دُنیا کو ہے پھر معرکۂ رُوح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مؤمن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا!

اس میں بالآخر ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾[۳۸] (بنی اسرائیل : ۸۱) کے مصداق حق ہی غالب آئے گا!

رحمِ مادر میں نسلِ انسانی کے ہر فرد

کے ضمن میں آغازِ حیات سے تا جیوشی آدم علیہ السلام تک

کے طویل سفر کا خوردبینی اعادہ!

روئے ارضی پر حیات کا آغاز ایک ایسے خوردبینی جرثومے سے ہوا تھا جو صرف ایک خلیئے (CELL) پر مشتمل تھا۔ وہاں سے حیوانِ انسان (HOMO SAPIENS) تک کا سفر لکھوکھا برس میں طے ہوا —— لیکن اس

---

۳۷) "اور انہوں نے خفیہ تدبیریں کیں تو (جواب میں) اللہ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی' اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔"

۳۸) "حق آگیا اور باطل مٹ گیا' باطل تو یقیناً مٹنے ہی والا ہے۔"